

ترجمان الحیث

قاری محمد رمضان مرحوم و مغفور

فضیلۃ الشیخ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ

کم و بیش چالیس برس قبل کی بات ہے کہ میں ایک عزیز کی شادی پر بورے والا گیا۔ وہاں چونتیس، پینتیس برس کے ایک صحت مند جوان سے ملاقات ہوئی۔ پورا قد، بھرا ہوا گداز جسم، چوڑا چہرہ، سرخی مائل گندمی رنگ، کشادہ سینہ، موٹی آنکھیں، کھلی جبین، نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ خود ہی اپنا تعارف کرایا کہ میرا نام محمد رمضان ہے۔ اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں بچوں کو قرآن مجید حفظ کراتا ہوں۔ قریب کھڑے ہوئے ایک شخص نے لقمہ دیا۔ ان کا نام قاری محمد رمضان ہے یعنی نام کے ساتھ ”قاری“ کا لفظ لگا ہے۔ پھر بات کچھ آگے بڑھی تو معلوم ہوا کہ ہم دراصل انہی کے بڑے بھائی عبداللہ کے گھر آئے ہیں۔

قاری محمد رمضان صاحب سے مل کر اور ان سے ہم کلام ہو کر بڑی مسرت ہوئی۔ وہ نرم لہجے میں بات کرتے تھے اور دوران گفتگو میں ان کے چہرے پر مسکراہٹ طاری رہتی تھی پتا چلا کہ وہ کئی سال سے جامعہ سلفیہ کے شعبہ تحفیز القرآن سے منسلک ہیں اور بہت سے بچے ان سے قرآن مجید حفظ کر چکے ہیں۔

تقسیم ملک کے وقت اگست 1947ء میں محمد رمضان کی عمر پانچ چھ سال کی ہوگی اور ان کے بزرگ ریاست بیکانیر کی سکونت ترک کر کے بورے والا (ضلع دھاڑی) میں آ بے تھے۔ محمد رمضان نے مولانا عبداللہ گورداس پوری مرحوم سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ لیکن ان سے انہوں نے کون کون سی کتابیں پڑھیں اور کتنا عرصہ پڑھتے رہے۔ اس کا کچھ پتا نہیں۔ قرآن مجید کہاں حفظ کیا اور قرات و تجوید کائن کن صاحب سے سیکھا، اس کے متعلق بھی کچھ معلوم نہیں۔

تقسیم ملک سے پہلے پنجاب کے اہل حدیث حضرات کا تعلق ارادت اور تعلق تعلم زیادہ تر لکھنوی اور غزنوی علمائے کرام سے تھا۔ اس منسلک سے وابستہ لوگ حصول تعلیم کے لیے اپنے

ترجمان الحديث

مقامی محمد رمضان

بچوں کو بالعموم جامعہ محمدیہ لکھنؤ کے میں یا مدرسہ غزنویہ امرتسر میں بھیجتے تھے۔ 1947ء کے بعد جامعہ محمدیہ لکھنؤ کے سے اوکاڑہ میں منتقل ہو گیا تھا۔ اس کے ناظم مولانا معین الدین لکھنوی تھے پورے والا میں تھوڑی بہت ابتدائی تعلیم کے بعد محمد رمضان نے اوکاڑہ کے عازم کیا اور جامعہ محمدیہ میں داخل ہو گئے، لیکن کب داخل ہوئے اور کن حضرات مدرسین سے کون کون سی کتابیں پڑھیں؟ اس کا علم نہیں ہو سکا۔

جامعہ محمدیہ کے معروف ترین مدرس استاذ پنجاب حضرت مولانا عطاء اللہ لکھنوی مرحوم و مغفور تھے جو لکھنؤ کے میں بھی خدمت تدریس سرانجام دیتے رہے تھے۔ انہوں نے 26 فروری 1952ء کو وفات پائی۔ ان کے زمانہ تدریس میں تو محمد رمضان یہاں نہیں آئے ہوں گے اگر آئے ہوں گے۔ تو ان سے کچھ نہیں پڑھا ہو گا اس لیے کہ اس وقت یہ بہت کم عمر تھے اور بالکل ابتدائی کتابوں کے طالب علم تھے۔

حضرت مولانا عطاء اللہ لکھنوی کے علاوہ حافظ عبد اللہ بڑھیمالوی، مولانا محمد عبدہ الفلاح، مولانا ہدایت اللہ ندوی اور بعض دیگر اساتذہ بھی جامعہ محمدیہ میں خدمت تدریس پر مامور رہے۔ مولانا عبد اللہ امجد چھتوی کا بھی طویل عرصے تک جامعہ محمدیہ میں قیام رہا۔ حافظ شفیق الرحمن لکھنوی بھی استاذ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ممکن ہے ان حضرات سے قاری صاحب مدوح نے تعلیم حاصل کی ہو، لیکن وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے۔ البتہ بیان یہی کیا جاتا ہے کہ وہ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے فارغ التحصیل ہوئے تھے.....

ہمارے اکثر قدیم دور کے مدارس دینیہ کا یہ عجیب معاملہ ہے کہ نہ ان کے اساتذہ کرام کا پتا چلتا ہے کہ کون کون ان میں مصروف درس و تدریس رہے اور نہ اس بات کا صحیح طور سے سراغ ملتا ہے کہ کن علماء نے کن حضرات سے تعلیم حاصل کی اور کس سال مروجہ نصاب کی کتابوں سے فراغت پائی۔ فراغت کے بعد وہ جن مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ یاد دے رہے ہیں ان مدارس میں بھی ان کی تعلیم کے بارے میں مکمل ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے مفصل حالات اور پورے تعلیمی کوائف سے ہم آگاہ نہیں ہو